

طالبان حکومت اور بھارت کے تعلقات کے سیاسی جہتیں

تحریر: استاد یوسف ارسلان

8 جنوری کو طالبان کے وزیر خارجہ، امیر خان متقی، نے متحدہ عرب امارات میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ، وکرم مسری، سے ملاقات کی۔ طرفین نے دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی اور تجارتی تعلقات کو مضبوط بنانے کے لیے نئے معاہدوں کا اعلان کیا۔ ملاقات کے دوران، افغانستان میں ترقیاتی منصوبوں میں بھارت کے کردار، "انسانی امداد" کی فراہمی، اور افغان شہریوں کے لیے ویزا کے اجراء میں سہولت پر زور دیا گیا۔ متقی نے اس بات پر بھی زور دیا کہ طالبان حکومت تمام ممالک کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے کی خواہاں ہے، خاص طور پر اقتصادی ترقی اور بین الاقوامی تعلقات میں توازن پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے۔

اسی دوران، افغانستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہوا۔ پاکستانی افواج نے افغان سرحدی علاقوں پر حملے کیے اور افغان پناہ گزینوں کی بے دخلی میں تیزی لائی، جبکہ طالبان حکومت نے اس کے جواب میں ڈیورنڈ لائن کے اس پار پاکستانی فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا۔

طالبان کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد، بھارت نے کابل میں اپنا سفارت خانہ بند کر دیا تھا، تاہم 2022 سے اس نے سفارت خانے میں ایک چھوٹا مکتبہ مشن برقرار رکھا ہے تاکہ صورتحال کی نگرانی کی جاسکے۔ نومبر 2024 میں، بھارت کے نائب وزیر خارجہ برائے پاکستان، افغانستان اور ایران، جے پی سنگھ، نے کابل کا دورہ کیا، جہاں انہوں نے طالبان حکام سے ملاقات کی اور ممبئی میں افغان قونصلر سروسز کی ذمہ داری طالبان حکومت کو منتقل کرنے پر اتفاق کیا۔

حالیہ برسوں میں، بھارت نے افغانستان، بنگلہ دیش، مالدیپ اور میانمار جیسے کئی علاقائی اتحادی کھود دیے، جبکہ نیپال اور سری لنکا کے ساتھ اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ دوسری جانب، افغانستان، پاکستان اور ایران میں

چین کا اثر و رسوخ بڑھ گیا، جس نے بھارت کے علاقائی اثر و رسوخ میں کمی کے خدشات کو جنم دیا۔ اس کے رد عمل میں، بھارت امریکہ کی حمایت کے ساتھ افغانستان میں زیادہ فعال کردار ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ابتدائی طور پر، بھارت طالبان کو پاکستان کے زیر اثر سمجھتا تھا اور اسے چین اور پاکستان کے ساتھ "شیطانئہ محور" میں شامل کرتا تھا۔ تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ بھارت کا موقف بدلا، اور اس نے افغان امور میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کی۔ امریکہ، چین کے اثر و رسوخ کو کم کرنے اور بھارت کی علاقائی پوزیشن کو مستحکم کرنے کے لیے بھارت-طالبان تعلقات کو اپنی حکمت عملی کا حصہ سمجھتا ہے۔

بھارت اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ طالبان حکومت کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر بنا سکتا ہے، خاص طور پر پاکستان کے ساتھ بڑھتی ہوئی کشیدگی کے پیش نظر۔ اس مقصد کے لیے، بھارت "انسانی امداد" فراہم کر رہا ہے، افغانستان میں نامکمل ترقیاتی منصوبوں کو مکمل کرنے میں مدد دے رہا ہے، اور چابہار بندرگاہ کو کراچی اور گوادر کی بندرگاہوں کے متبادل کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ بھارت افغان زرعی مصنوعات کی درآمد میں بھی سہولت فراہم کرنا چاہتا ہے، جو پاکستانی بندرگاہوں کی بندش کی وجہ سے ضائع ہو رہی ہیں۔ یہ اقدامات بھارت کے لیے افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے اور اسے ایک اسٹریٹجک سرمایہ کاری میں تبدیل کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

دوسری طرف، طالبان حکومت بھارت کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنا کر اپنی عالمی تنہائی ختم کرنے اور سفارتی سطح پر تسلیم کیے جانے کی خواہاں ہے۔ اس مقصد کے لیے، طالبان حکومت اقتصادی تعلقات اور بین الاقوامی توازن پر مبنی پالیسی اپنارہی ہے، اور دونوں ممالک کے درمیان سفارت کاروں کی تقرری اور تجارتی تعاون کو بڑھانے کا منصوبہ رکھتی ہے، جس میں افغان طلبہ، مریضوں اور کاروباری افراد کے لیے ویزا میں سہولت فراہم کرنا بھی شامل ہے۔

بھارت اپنی "اکھنڈ بھارت" (Greater India) حکمت عملی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بین الاقوامی تعلقات میں ہونے والی پیش رفت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے، بھارت اسلامی ممالک، خاص طور پر

پاکستان، کی اسٹریٹجک صلاحیتوں کو محدود کرنے اور امریکہ کی حمایت سے خطے کے دیگر ممالک کو اپنی قیادت کے تابع کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ چینی اثر و رسوخ کا مقابلہ کیا جاسکے۔

بلوچستان اور پشتونستان میں علیحدگی پسند تحریکوں کی بھارتی حمایت نے علاقائی تعلقات کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ پاکستان اسے اپنی علاقائی سالمیت کے لیے خطرہ سمجھتا ہے اور بیرونی مداخلت کے خلاف مسلسل خبردار کرتا رہا ہے۔ یہ پالیسیاں بھارت کے لیے اس کے علاقائی اہداف کے حصول میں مزید رکاوٹیں کھڑی کر سکتی ہیں۔

تاہم، یہ حکمت عملی خطے کے مسلمانوں کے خلاف جارحانہ رویے پر مبنی ہے۔ بھارت، امریکہ، نیٹو، چین اور روس کی طرح، ایک ایسی جنگ میں ملوث ہے جو اسلامی اقدار کو تباہ کرنے کے لیے لڑی جا رہی ہے۔ ان پالیسیوں کا سب سے زیادہ نشانہ بھارت اور کشمیر کے مسلمان بنے ہیں، جو ریاستی جبر، مذہبی پابندیوں، مساجد کی تباہی، حجاب پر پابندی، گھروں پر چھاپے، اور فلسطینی عوام پر صہیونی جارحیت کی حمایت جیسے مظالم کا سامنا کر رہے ہیں۔

اس صورت حال نے بھارت اور مسلم دنیا کے تعلقات کو ایک کھلی دشمنی میں تبدیل کر دیا ہے، اور اسلامی شریعت کے مطابق اس کا جواب صرف جہاد اور خلافت کے قیام کے ذریعے دیا جاسکتا ہے۔

لہذا، بھارت کو ایک حقیقی دشمن سمجھنا چاہیے، نہ کہ تجارتی شراکت دار یا اتحادی! مسلم حکمران، خاص طور پر افغانستان کے حکمران، تب ہی اس موقف کو اپنا سکتے ہیں جب وہ "الولاء والبراء" (دوستی اور دشمنی کے اسلامی اصول) کو اپنی خارجہ پالیسی کی بنیاد بنائیں۔

جب تک طالبان حکومت اپنی خارجہ پالیسی کو "بین الاقوامی تعلقات میں توازن اور غیر جانبداری" کے نعرے پر مبنی رکھے گی اور محض اقتصادی مفادات پر توجہ مرکوز کرے گی، وہ نہ صرف ایک اسلامی ریاست کے معیار پر پوری نہیں اترے گی بلکہ غیر قانونی قومی ریاستوں میں بھی اپنی پوزیشن کھودے گی۔ ایک اسلامی ریاست کی خارجہ

پالیسی کا بنیادی ہدف اسلام کو پوری دنیا میں دعوت اور جہاد کے ذریعے پھیلانا ہونا چاہیے تاکہ انسانیت کو دنیا اور آخرت میں حقیقی رہنمائی اور خوشحالی حاصل ہو۔

حزب التحریر ولایہ افغانستان کے رکن